ڈاکٹر طاہر نواز
اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ اردو، قراقرم انٹرنیشنل یونیورسٹی گلگت بلتستان
ڈاکٹر محمد نوید
اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ اردو، قراقرم انٹرنیشنل یونیورسٹی گلگت بلتستان

اردو داستان ''آرائشِ محفل'' کا تنقیدی مطالعہ

CRITICAL STUDY OF URDU DASTAN "AARAISH E MEHFIL"

Abstract
Urdu dastan " Aaraish e Mehfil" is the most important dastan Published from Fort William College. It is also known as "Qisa Hatam" based on the name of the character of the dastan. This dastan is based on the adventures of Hatam who is considered an ideal character in Urdu criticism. There is a need of critical study to analyze and evaluate the text and characters of this dastan. This article is also a based on the critical study of the dastan " Aaraish E Mehfil".
Keywords: Urdu Dastan, Aaraish e Mehfil, Critical Study, Qisa Hatam,

آرائشِ محفل کا شمار حیدر بخش حیدری کی اہم تصانیف میں ہوتا ہے جسے فورٹ ولیم کالج میں ڈاکٹر جان گلکرست کی فرمائش پر انہوں نے ۱۸۰۱ میں فارسی قصہ ''حاتم نامہ'' سے اردو میں ترجمہ کیا۔ اس کتاب کا فارسی سے اردو میں ترجمہ ہونے کے سال کے بارے میں محققین میں اختلاف پایا جاتا ہے۔ ڈاکٹر ابو سعید نورالدین نے ''تاریخ ادبیاتِ اردو حصہ نثر''، حامد حسن قادری نے ''داستان تاریخِ اردو'' میں ۱۸۰۲ لکھا ہے۔ ڈاکٹر وحید قریشی نے ''کلاسیکی ادب کا تحقیقی مطالعہ''، ڈاکٹر سمیع اللہ نے ''فورٹ ولیم کالج ایک مطالعہ'' اور خود مصنف کے مطابق اس کا سالِ تصنیف ۱۸۰۱ ہے۔ حیدر بخش حیدری نے داستان کے آغاز میں اس کے سالِ تصنیف کے بارے میں لکھا ہے اور ساتھ ہی اس بات کی بھی

وضاحت کر دی کہ یہ داستان فارسی قصے کا مکمل ترجمہ نہیں بلکہ داستان کی طوالت اور دلچسپی کو برقرار رکھنے کے لیے مترجم نے خود بھی اضافہ کیا ہے:

> ''بہ موجبِ حکم خدایگان والا شان، عالی خاندان، جان گل کرسٹ صاحب بہادر دام اقبالہ، کے سنہ بارہ سو سولہ ہجری مطابق اٹھارہ سو ایک عیسوی، موافق سنہ جلوس تینتالیس شاہ عالم بادشاہ غازی کے زبان ریختہ میں موافق اپنی طبع کے اس کتاب سے (جو ہاتھ لگی تھی) ترجمہ نثر میں کیا اور نام اس کا ''آرائشِ محفل'' رکھا۔''(۱)

یہ داستان ہیر وازم اور اسلوب کی بدولت باغ و بہار کے بعد فورٹ ولیم کالج کی دیگر داستانوں میں بنیادی اہمیت کی حامل ہے۔ تمام داستان حاتم کی مہمات پر مشتمل ہے۔ حاتم یہ مہمات منیر شامی کے لیے سر کرتا ہے جو داستان کی ہیروئن حسن بانو کے سات سوالوں کے جواب لانے سے قاصر ہوتا ہے یوں یہ ذمہ داری حاتم کو اپنے سر لینا پڑتی ہے۔

حاتم کی یہ مہمات حسن بانو کے ساتھ سوالات ''وہ کون ہے اور کہاں ہے اور اس نے ایسا کیا دیکھا کہ دوبارہ جس کے دیکھنے کی آرزو رکھتا ہے''، ''نوشتے کی خبر لانا کہ نیکی کر اور دریا میں ڈال''، ''اس بات کی خبر لانا کہ کسی سے بدی نہ کر اگر کرے گا تو وہی تیرے آگے آوے گی''، ''اس بات کی خبر لانا کہ سچ کو ہمیشہ راحت ہے''، ''کوہ ندا کی خبر لانا''، ''مرغابی کے انڈے برابر موتی لے کر آنا''، ''حمام باد گر کی خبر لانا'' پر مبنی ہیں۔ یہ تمام مہمات عجیب و غریب واقعات، حاتم کی صحرانوردی اور کوہ پیمائی پر مشتمل ہیں۔ دس برس سات مہینے اور نو روز میں حاتم ان سوالات کے جوابات لانے میں کامیاب ہوتا ہے۔

اس داستان کے بیشتر کردار ایک ایسے معاشرے کی عکاسی کرتے ہیں جو اپنے اندازِ فکر اور طرزِ عمل میں توہم پرستانہ خیالات کے حامل ہیں۔ جن، دیو، پری اور پری زادیوں کے علاوہ عجیب الخلقت مخلوقات اس معاشرے میں آباد ہیں۔ انسانوں سے زیادہ جانور اس داستان میں پائے جاتے ہیں۔ یہ حیوانِ قوت گویائی کے ساتھ غیب کا علم بھی رکھتے ہیں۔ داستان میں حاتم جہاں ان کی مدد کرتا ہے وہاں یہ کردار بھی حاتم کو اس کی منزل تک پہنچانے میں معاونت کرتے ہیں۔ آرائشِ محفل چونکہ ایک مرد کردار کے کارناموں سے متعلق ہے اس لیے داستان میں نسوانی کرداروں کے حسن و زیبائش کی تعریف کی بجائے مردوں کے حسن و جمال کی توصیف زیادہ فراخ دلی سے کی گئی ہے۔ نسوانی کرداروں کی

نسبت مرد کردار زیادہ نمایاں ہیں اور ان مرد کرداروں میں بھی حاتم سب پر حاوی ہے۔ حاتم کے کردار سے متعلق پروفیسر وقار عظیم لکھتے ہیں:

"حاتم کے کردار کی یہ عظمت اور بلندی بھی اسے شروع سے ہی قاری کا دوست بلکہ محبوب بنا دیتی ہے اور اس دوستی اور محبوبی کی بنا پر وہ برابر حاتم کا سایہ بن کر اس کے آگے پیچھے چلتا اور اسے ایک کے بعد دوسری مہم سر کرتے دیکھ کر خوش ہوتا ہے، جیسے حاتم کی ہر کامیابی اس کی اپنی کامیابی ہو۔"(۲)

اس داستان کے اہم کرداروں میں منیر شامی، حسن بانو اور حاتم شامل ہیں۔ داستان میں حاتم کی اہمیت کی بدولت یہ داستان اسی کے نام سے منسوب ہے۔ دیگر کرداروں میں فرس کی بیٹی، ملکہ زریں پوش، دائی، فقیر، حسنا پری، بادشاہ فروقاش، حارث سوداگر کی بیٹی، شام احمر، کملاق، شمس شاہ، مہرآور، مہاکال دیو اہم ہیں۔ دیو، جن، پریوں کے علاوہ جانور کرداروں (ہرن، گیدڑ، بھیڑیے، سانپ، مینڈک، چھپکلیاں، بچھو) وغیرہ کی بھی ریل پیل ہے۔ تمام ذیلی کردار حاتم کی مہمات اور پیش آئندہ واقعات تک محدود ہیں جو داستان کو طویل بنانے میں معاون ثابت ہوتے ہیں۔ منیر شامی، حسن بانو کے علاوہ حاتم کا کردار ہی تمام داستان میں موجود رہتا ہے۔ یہ داستان انہی تین کرداروں کی تکوین پر مشتمل ہے۔ اسلم قریشی کے مطابق:

"حاتم کی واحد شخصیت تمام کہانی پر شروع سے آخر تک چھائی ہوئی ہے۔ اس کے کردار کا تجزیہ کیا جائے تو اس کی ذات میں ہمیں وہ تمام خصوصیات جلوہ گر نظر آتی ہیں جو ایک بلند و اعلیٰ کردار کے انسان میں ممکن ہو سکتی ہیں۔ حاتم عقل و دانش اور علم و حکمت کا مرقع ہے، جرات اور مردانگی کا مجسمہ ہے، ایثار و قربانی اور ضبط و تحمل کا پیکر ہے۔ حاتم کا حسنِ خلق اس کے اخلاق کی پاکیزگی اور نیک نفسی، خدا ترسی اور خدمت گزاری اسے بہت بلند وارفع انسان بنا دیتی ہے۔"(۳)

دلچسپ بات یہ ہے کہ اس داستان کے تمام عاشق تحرک سے بیزار نظر آتے ہیں۔ اس داستان میں حاتم جتنے بھی عاشقوں کی مدد کرتا ہے وہ عشق کی آگ تو دل میں لگائے رکھتے ہیں لیکن آہ و زاری سے زیادہ کچھ نہیں کرتے۔ کسی مشکل اور کسی آزمائش سے گزرنے کی بجائے وہ امدادِ غیبی کے انتظار میں بیٹھے رہتے ہیں۔ بالخصوص منیر شامی جس کا عشق حاتم کی سات مہمات کا باعث بنتا ہے۔ حسن بانو کے پہلے سوال پر اس کا جواب جاننے کی کوشش کرنے کی بجائے وہ دیوانوں کی

سی حالت بنائے جنگلوں میں پھرنے اور آہیں بھرنے لگتا ہے۔ حتیٰ کہ حاتم کو ان سوالوں کے جوابات لانے کے لیے سات بار روانہ ہونا پڑتا ہے اور ہر مہم پر روانہ ہونے سے پہلے اس کی ملاقات منیر شامی سے ہوتی ہے تاہم وہ کسی ایک مہم میں بھی حاتم کے ساتھ روانہ نہیں ہوتا۔ نہ ہی ایسی کسی خواہش کا حاتم سے اظہار کرتا ہے۔ بقول ڈاکٹر سہیل بخاری:

"منیر شامی ایک ایسی مجہول عاشق کی مثال ہے جسے باآسانی زہرِ عشق کے ہیرو سے تشبیہ دی جاسکتی ہے۔ لطف یہ ہے کہ عشق بازی کا دم بھی بھرتا ہے اور سعی وتدبیر سے عاجز بھی ہے۔"(۴)

داستان میں حاتم ہمہ وقت نمایاں اور متحرک رہتا ہے۔ کرداروں کی بہتات کے باوجود داستان نویس نے قصداً اسی ایک کردار کی خصوصیات کو ابھارنے کی کوشش کی ہے۔ داستان اور کردار پر ہونے والی تنقید کے تناظر میں حاتم رحمدل، جفاکش، ایثار دوست، منکسر المزاج اور پارسا جوان کے طور پر سامنے آتا ہے۔ وہ محض غیروں کے لیے طرح طرح کی بلائیں مول لیتا ہے۔ مہمات کے دوران جہاں کوئی مصیبت کا مارا ملتا ہے اس کی دادرسی کر کے ہی آگے بڑھتا ہے۔ اپنی زندگی جواں مردی و دلیری اور نام آوری کے ساتھ بسر کرتا ہے۔ راستے کی مشکلات اس کے ارادے کو متزلزل نہیں کر پاتیں۔ بلاخوف و خطر ہر مشکل مہم میں کود پڑتا ہے اور بالآخر کامیاب و کامران واپس لوٹتا ہے۔ وہ نیکی اور اخلاق کا مجسمہ ہے اور تمام کام بغیر کسی صلے اور انعام کے کرتا ہے۔ پروفیسر کلیم الدین احمد نے لکھا ہے:

"حاتم کی شخصیت آئیدیل قسم کی ہے۔ اس میں چند انسانی خصوصیات اپنے اوجِ کمال پر ہیں۔ وہ انسانیت کا کامل نمونہ ہے۔"(۵)

سوال یہ ہے کہ کیا واقعی حاتم کی شخصیت آئیڈیل قسم کی ہے اور وہ انسانیت کا کامل نمونہ ہے؟ کیا وہ عقل و دانش، علم و حکمت، ضبط و تحمل اور اخلاق کی پاکیزگی کا مرقع ہے؟ کیا داستان کا متن بھی اس کی عکاسی کرتا ہے؟ ان سوالات کے جوابات کے لیے اگر داستان کا تنقیدی مطالعہ کیا جائے تو حقیقت اس کے برعکس نظر آتی ہے۔ داستان نویس کی کردار کے بارے میں بے جا طرفداری اس میں جھول پیدا کر دیتی ہے۔ نیکی اور اخلاق کا عظیم مجسمہ جس طرح داستان نویس حاتم کو بنا کر پیش کرنا چاہتا ہے یہ کردار اتنی اخلاق اور نفسیاتی اپج نہیں رکھتا۔ حاتم کی یہ مہمات دراصل تلاشِ مسرت کے عمل کی ایک کڑی ہیں۔ ان سب عوامل کے پیچھے اس کے نام کمانے کی خواہش ہوتی ہے۔ اس خواہش کی تکمیل اس کی سپر ایگو کی تسکین کا ذریعہ بنتی ہے۔ بظاہر یہ کردار داستان نویس کے سامنے بے بس نظر آتا ہے۔ داستان گو اسے مثالی کردار کے

طور پر پیش کرنا چاہتا ہے لیکن اس کے افعال مثالی کردار سے لگاؤ نہیں کھاتے۔ اسی لیے وہ مثالی اور عام کردار کے درمیان معلق نظر آتا ہے۔

سخاوت اور قربانی جیسے جذبات چونکہ مثالی کردار میں سب سے اہم تصور کیے جاتے ہیں اس لیے ابتدا میں داستان نویس قاری کو حاتم کی سخاوت اور جذبہ قربانی سے مرعوب کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ پہلے سوال کے جواب کے لیے روانہ ہوتے ہی حاتم کا واسطہ ہرن اور بھیڑیے سے پڑتا ہے۔ اس موقع پر ہرن کی جان بچانے کے لیے وہ اپنے جسم سے گوشت کاٹ کر بھیڑیے کو کھلاتا ہے:

''تب حاتم نے اسی گھڑی خنجر کمر سے کھینچ لیا اور ایک لوتھڑے کا لوتھڑا اپنے چوتڑ سے کاٹ کر اس کے آگے ڈال دیا۔ وہ گوشت اس نے کھایا اور سیر ہو کر کہا ''اے حاتم! ایسی کیا مصیبت پڑی جو تو نے یمن سے شہر کو چھوڑا اور اس قدر تکلیفیں اٹھا کر اس جنگل خوں خوار میں آپڑا؟''(۶)

یہ زخم حاتم کی نقاہت کا باعث بنتا ہے اور وہ چلنے پھرنے کے قابل نہیں رہتا۔ اسی نقاہت کے سبب وہ ایک جگہ گر پڑتا ہے کہ اتفاق سے قریب ہی ایک گیدڑ رہ رہا ہوتا ہے۔ گیدڑ حاتم کی اس ہمدردی کو دیکھ کر متاثر ہوتا ہے۔ حاتم کے زخم ٹھیک کرنے کے لیے وہ مور کی مانند ایک پرندے پری رو کا سر لاتا ہے جس سے حاتم کا زخم بھر جاتا ہے۔ پرندے کا سر کاٹ کر لانے پر اسے شدید قلق کا احساس ہوتا ہے اور وہ گیدڑ سے کہتا ہے:

''حاتم اٹھ کھڑا ہوا اور اس کی طرف دوڑ کر کہنے لگا کہ اے حیوان! یہ مجھ پر بڑا احسان کیا تو نے مگر خوب نہ کیا کہ میرے واسطے ایک جانور کی جان لی۔ اس کا عذاب مجھ پر ہو گا۔ میں خدا کو کیا منہ دکھلاؤں گا۔''(۷)

داستان میں اس مقام پر حاتم قلق کا اظہار کرتا ہے لیکن یہ بات شاید داستان نویس بھول جاتا ہے اسی لیے آگے داستان میں حاتم اپنی بھوک مٹانے کے لیے ایک بارہ سنگھے کو شکار کرتا ہے اور اس کے کباب بنا کر کھاتا ہے۔ کہاں ایک پرندے کے لیے پریشان ہونا، اس کی موت پر خود کو قابل تعزیر تصور کرنا اور کہاں اپنی بھوک مٹانے کے لیے بارہ سنگھے کا شکار کر لانا۔ ملاحظہ ہو:

''حاتم نے سفید پر نکال کر جلائے۔ ان کی راکھ پانی میں گھول کر اپنے بدن پر ملی، جیسا تھا ویسا ہی ہوا؛ پھر تیر و کمان لے کر اٹھا، ایک بارہ سنگا شکار کر لایا۔ اسے صاف کر اچھے اچھے گوشت کے تکے بنا، لون مرچ لگا، سیخوں پر چڑھا دیے؛ پھر چقماق سے آگ جھاڑ کر لکڑیاں جلا کر ان کو بھون بھان کھانے لگا۔''(۸)

تیسری مہم میں حاتم کی ملاقات ایک سانپ اور نیولے سے ہوتی ہے جو لڑائی میں مصروف ہوتے ہیں۔ نیولا اپنی بھوک مٹانے کے لیے سانپ کو مارنا چاہتا ہے۔ سانپ کی جان بچانے کے لیے حاتم نیولے کو اپنا گوشت دینے کا وعدہ کرتا ہے جس پر نیولا سانپ کو چھوڑ دیتا ہے:

''پھر نیولے نے کہا، ''اے شخص تو نے وعدہ کیا تھا اپنے گوشے کے دینے کا۔ اب دے کہ میں کھاؤں اور اپنے گھر چلا جاؤں۔'' حاتم نے کہا کہ جہاں کا گوشت چاہے وہاں کا مانگ لے۔ اس نے کہا کہ اپنے رخسار کا دے۔ حاتم نے خنجر کمر سے کھینچا۔''(۹)

لیکن پانچویں مہم کے دوران جب حاتم ایک شیر کو بھوک سے تڑپتے دیکھتا ہے تو اس کی بھوک مٹانے کے لیے وہ ہرن کا شکار کرتا ہے۔ جب کہ اس سے پہلے بھیڑیے اور نیولے کی بھوک کے لیے اپنا گوشت دینے پر تیار ہو جاتا ہے:

''یہ کہ کر اٹھ کھڑا ہوا اور جنگل کی راہ لی۔ تھوڑی دور جا کر کیا دیکھتا ہے، ایک شیر مارے بھوک کے زمین پر تڑپ رہا ہے۔ یہ حالت دریافت کر کے اس نے ایک ہرن کو شکار کیا اور اس شیر کے آگے ڈال دیا۔ اس نے بہ خوبی تمام پیٹ بھر کر کھایا، پھر سجدہ شکر ادا کر کے جنگل کی راہ لی۔''(۱۰)

تیسری مہم کے دوران حاتم کی ملاقات ہیوز بادشاہ سے ہوتی ہے اور وہ بادشاہ کی مدد کرتا ہے۔ اس مدد کے صلے میں ہیوز بادشاہ حاتم کو زر و جواہر کی پیش کش کرتا ہے جسے حاتم یہ کہہ کر رد کر دیتا ہے کہ نیکی کا عوض لینا اس کا کام نہیں ہے بلکہ وہ یہ کام صرف خدا کی رضا کے لیے کرتا ہے۔ جو خدا کے لیے کام کرتے ہیں وہ کسی صلے کے محتاج نہیں ہوتے ہیں:

''اس نے کہا ''اے جوان! اس نیکی کے بدلے کچھ مجھ سے زر و جواہر لے۔'' اس نے کہا ''عوض لینا میرا کام نہیں۔''(۱۱)

لیکن ایک اور مہم میں حاتم ملکہ زریں پوش کو دیکھ کر عاشق ہو جاتا ہے۔ پیرِ مرد کی مدد سے حاتم ملکہ کی مشکلات کو دور کرتا ہے تو ساتھ ہی اس سے محنت کی داد کا سوال کرتا ہے۔ جبکہ اس سے قبل حاتم ہیوز بادشاہ کی طرف سے زر و جواہر کی پیش کش کو یہ کہہ کر ٹھکرا چکا ہوتا ہے کہ وہ کوئی کام صلے کے لیے نہیں کرتا:

"حاتم نے تمام ماجرا بیان کیا اور کہا کہ میں نے تیرے واسطے اس قدر رنج کھینچے اور دکھ سہے؛ اب تجھ کو بھی لازم ہے کہ میری محنت کی داد دے اور اپنی مہربانی و دوستی سے میری مصیبتوں کو راحت سے بدلے اور اس ناامید کی امید بر لاوے۔"(۱۲)

داستان میں حاتم تمام مہمات اپنے بل بوتے پر سر نہیں کرتا۔ حاتم اپنی تمام تر دلیری اور بہادری (جیسا کہ اسے ظاہر کیا گیا ہے) کے باوجود جب ایسی کسی مصیبت یا مشکل میں پھنستا ہے تو عقل سے تدبیر کرنے اور حوصلہ و ہمت کا مظاہرہ کرنے کی بجائے رونے لگتا ہے۔ ہر بار حاتم کے ذریعے اس بات کو جتایا جاتا ہے کہ اس نے اپنی جان دوسروں کے لیے وقف کی ہوئی ہے۔ وہ دوسروں کی مدد کے لیے خود تکلیفیں برداشت کرتا ہے۔ دوسروں کی مدد میں کوئی دقیقہ بھی فروگذاشت نہیں کرتا۔ ان کاموں کی تکمیل کے لیے وہ جان تک دینے سے دریغ نہیں کرتا جیسا کہ تیسری مہم وہ خود کہتا ہے:

"یہ بات سن کر اس نے کہا کہ جی کے جانے کا مجھ کو کچھ غم نہیں، میں خدا کی راہ میں سر دینا اختیار کیا ہے اور وہ جو خدا کی راہ میں مصروف ہوئے ہیں، وے اپنے سر کو ہتھیلی پر لیے پھرتے ہیں۔"(۱۳)

یہ کردار باتوں کی حد تک تو دوسروں کے لیے جان دینے پر تیار رہتا ہے کہ دوسروں کی مدد میں جان تک قربان کر دینا اس کے لیے کوئی معنی نہیں رکھتا لیکن جب موت حقیقت میں سامنے آتی ہے تو اس کے خیالات یکسر بدل جاتے ہیں:

"حارث شاہ اسی دن کے لیے مجھے منع کرتا تھا۔ اس کا کہنا نہ مانا، حیف ہے حرام موت موا۔"(۱۴)

ایک آئیدیل کردار کے لیے اپنے وعدے کا پاس رکھنا سب سے اہم ہوتا ہے۔ وہ وعدہ خلافی کو معیوب سمجھتا ہے۔ یہی خاصیت حاتم کے کردار میں بھی شامل کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ اس کا اظہار وہ پانچویں مہم کے دوران کرتا ہے

جب اس کا گزر ایک ایسے دیس سے ہوا جہاں عورت کے مر جانے پر اس کے مرد کو ستی کیا جا رہا ہوتا ہے تو حاتم اسے کہتا ہے:

"یہ بات سن کر حاتم اس کے پاس گیا اور کہنے لگا کہ اے جوان! تو کس لیے اپنے کہنے پر عمل نہیں کرتا، کب تلک جیے گا آخر مرنا ہے۔ بہتر یہی ہے کہ جو کچھ تو نے کہا ہے، اس پر ثابت رہ۔۔۔۔۔ تو آپ ہی اقرار کر چکا ہے، اب پھرنے سے تجھے شرم نہیں آتی۔"(۱۵)

حاتم دوسروں کو وعدے سے پھرنے سے منع کرتا ہے لیکن جب وعدہ پورا کرنے کی اس کی اپنی باری آتی ہے تو وہ خود اپنے کیے وعدے سے مکر جاتا ہے۔ اپنی جان بچانے کے لیے وہ ایک جادوگر سے خرس کی بیٹی کا ہیرہ دینے کا وعدہ کرتا ہے۔ لیکن جب اس کی جان بچ جاتی ہے تو وہ اپنے وعدے سے مکر جاتا ہے:

"تب جادوگر نے کہا کہ اے حاتم! میں نے تجھ کو اس مہرے کے لالچ سے ان پتھروں سے نکالا اور اس تالاب پر بہ خوبی پہنچایا، اب تجھ کو بھی لازم ہے کہ اپنا وعدہ وفا کرے اور مہرہ مجھے دے۔ حاتم نے کہا "اے عزیز! تو نے میرے ساتھ نیکی کی ہے، میں بھی سلوک کروں گا۔ چناں چہ جس وقت شام احمر کو ماروں گا، یہاں کی بادشاہت تجھی کو دوں گا۔" اس نے کہا کہ اے حاتم! سوائے اس مہرے کے کوئی چیز جہان کی مجھے درکار نہیں، اگر دینا ہے تو وہی دے۔ حاتم نے کہا "یہ مہرہ میرے ایک دوست کی نشانی ہے، تجھے کس طرح سے دوں اور جو تو یہ مانگتا ہے کس کے نام اور کس کے واسطے؟"(۱۶)

داستان نویس نے حاتم کے کردار میں جو صفات دکھانے کی کوشش کی ہے ان میں یہ بھی ہے کہ وہ لالچ و طمع بالکل نہیں رکھتا۔ کیونکہ لالچ و طمع رکھنا ایک مثالی کردار کو کسی طور بھی زیب نہیں دیتا۔ لیکن جب وہ کوہ ندا کی خبر لینے جاتا ہے تو راستے میں ہیرے جواہرات دیکھ کر اس کی نیت میں کھوٹ آجاتا ہے۔ حالانکہ حاتم کو اس سے قبل نصیحت کی جا چکی تھی کہ اس سرزمین سے زر و جواہرات لیے تو وہ واپس نہ جا سکے تھے۔ اس لمحے وہ نصیحت کو پسِ پشت ڈال کر طمع و لالچ میں ہیرے جواہرات اکٹھے کرنا شروع کر دیتا ہے:

"جب وہ تین دن کی راہ پر رہ گیا، سنگ ریزے سفید و زرد و سرخ و سبز نہایت خوش رنگ نظر آنے لگے۔ اس سے جو آگے بڑھا تو الماس و زمرد و لعل جا بہ جا پڑے تھے۔ اس وقت طمع نے لیا، کتنا جواہر قسم اول اٹھا

کر جیب میں ڈال دیا اور آگے چلا۔ تھوڑی دور چل کر کیا دیکھتا ہے کہ اس جواہر سے بھی یہاں بیش قیمت بہت سا پڑا ہے۔ اس کو پھینک دیا، اس کو جیب و دامن میں بھر لیا اور دل میں کہا کہ اگر یہ جواہر شہروں میں پہنچے تو اس کی قیمت کوئی نہ دے سکے۔"(۱۷)

داستان کی دلچسپی کا باعث صرف حاتم کی مہمات ہی نہیں بلکہ منیر شامی کی بے قراری بھی ہے جو کہ قاری کو مرعوب رہتی ہے۔ قاری کے سامنے ہر وقت یہ سوال رہتے ہیں کہ حاتم آخر کب سوالوں کے جواب لے کر آئے گا؟ کیا حاتم ان سوالوں کے جواب لانے میں کامیاب ہو جائے گا؟ کیا منیر شامی حسن بانو کو پانے میں کامیاب ہو جائے گا؟ قاری چاہتا ہے کہ جلد سے جلد سوالات کے جوابات پورے ہوں جو اپنے اندر خاص تجسس بھی رکھتے ہیں لیکن داستان نویس حاتم کو جواب لانے کی مہم پر روانہ کر کے اس کے سامنے مشکلات اور دیگر مہمات کھڑی کر دیتا ہے۔ کئی بار حاتم کو اپنے اصل مقصد سے ہٹ کر کسی دوسرے کی مدد کے لیے نئی مہم پر روانہ ہونا پڑتا ہے۔ بعض دفعہ اس کی دیگر مہمات اصل مہم سے زیادہ طویل ہو جاتی ہیں۔ ان مہمات کے دوران وہ اکثر کرداروں کی مہمان نوازی سے لطف اندوز ہوتا ہے۔ اسے عیش و عشرت کے سامان بھی میسر ہو جاتے ہیں اور وہ ان سے حظ اٹھانے سے بالکل گریز نہیں کرتا۔

داستان میں متعدد مقامات آتے ہیں جہاں منیر شامی کو بھول کر وہ مہینوں اپنے سفر کو ترک کیے رہتا ہے۔ پہلی مہم میں خرس کی بیٹی سے شادی کرتا ہے، اسی مہم کے دوران حاتم ایک تالاب پر پہنچتا ہے جہاں ایک مچھلی سے اس کی ملاقات ہوتی ہے جو بعد میں نازنین کی شکل اختیار کر لیتی ہے جس کے ساتھ وہ صحبت گرم رکھتا ہے۔ اپنی دوسری مہم کے دوران عدل آباد کے بادشاہ کی بیٹی سے شادی کر کے عیش و عشرت میں مصروف رہتا ہے۔ مسخر جادوگر کی بیٹی الگن پری جسے حاتم سوداگر کے لیے حاصل کرنے جاتا ہے لیکن اس کے حسن کو دیکھ کر خود عاشق ہو جاتا ہے۔ ملکہ زریں پوش کو بھی اس کی خوبصورتی کی وجہ سے ہی حاصل کرتا ہے۔ اسی حوالے سے ڈاکٹر عفت زریں نے لکھا ہے:

"حاتم جہاں بھی جاتا ہے وہاں اس کا دل چاہتا تھا کہ وہ شادی کرے اور عیش سے زندگی بسر کرے اور کسی ایسی عورت سے شادی کرے جو غیر معمولی طور پر حسین و جمیل ہو۔"(۱۸)

داستان میں حاتم کی جرات، بہادری، مہم جوئی، ایثار اور حسنِ اخلاق کی بدولت ہر دلعزیز بنانے کی کوشش کی گئی ہے لیکن داخلی سطح پر ایک عام کردار سے زیادہ نہیں ہے۔ وہی حسن چہروں کو دیکھ کر عاشق ہو جانا، حسیناؤں کے ساتھ

محفلیں گرم رکھنا، کسی پری رو کو دیکھ کر بے ہوش ہو جانا جیسے افعال حاتم سے سرزد ہوتے ہیں۔ مسخر جادو گر کی بیٹی الگن پری جسے وہ سودا گر کے لیے حاصل کرنے جاتا ہے لیکن اسے دیکھ کر خود ہی عاشق ہو جاتا ہے:

"وہ جو تختِ زریں پر دھانی جوڑا پہنے اور سر پر آنچل پلو کو دوپٹہ اوڑھے ہوئے ایک غرور و ناز سے بیٹھی ہے، وہی الگن پری ہے۔ حاتم دیکھتے ہی غش کر گیا۔ جب ہوش میں آیا۔۔۔۔۔ جوان کو اپنی خاطر سے بھلا دیا بل کہ اس پری پر آپ دیوانہ ہو گیا، یہاں تک کہ کھانا پینا بھی چھوڑ دیا۔"(۱۹)

اردو تنقید میں اس کردار کو فیاضی، سخاوت، ہمدردی، بلند کرداری اور ایفائے عہد کی زریں خوبیاں کی بدولت آئیڈیل یا کامل انسان کے طور پر پیش کیا گیا ہے جس کا ذکر اس مضمون کے ابتدائی حصے میں مختلف تعریفات پیش کر کے کیا گیا ہے۔ لیکن بنظرِ غائر اس کی ہفت سیر یا ہفت مہمات کا مطالعہ کیا جائے جیسا کہ اس مضمون میں مطالعہ کرنے کی کوشش کی گئی ہے تو اس کی کامیابی میں حاتم کا اپنا کمال محدود ہے جبکہ تائیدِ غیبی کے مظاہرے بے شمار ہیں۔ جو خصوصیات اس کردار میں دکھانے کی کوشش کی گئی ہے جبکہ اس کے اکثر افعال ان خصوصیات کے برعکس رہتے ہیں کی بنا پر مثالی کردار قرار نہیں دیا جا سکتا۔

اس کی تمام مہمات اس کے جذبہ ایثار سے زیادہ خود پسندی کا نتیجہ ہیں۔ وہ چاہتا ہے کہ دوسرے اسے پہچانیں، اس کی نیک نامی اس کی شہرت کا باعث ہو۔ اس لیے ان مہمات کو جو وہ منیر شامی کے لیے طے کرتا ہے ان میں اس کی اپنی ذات کی تسکین بھی شامل ہوتی ہے۔ ان مہمات کو سر کرنے میں جہاں بھی اسے اپنی ذات کے لیے فوائد حاصل ہوتے ہیں ان کو حاصل کرنے میں قطعاً نہیں چوکتا۔ وہ زر و جواہر لینے سے زیادہ جنس کا خواہاں رہتا ہے۔ حاتم کو محض ان مہمات کو طے کر لینے پر کلیم الدین احمد کی طرح انسان کا آئیدیل قرار نہیں دیا جا سکتا ہے۔ ایسا کردار داستانوی ماحول میں نہ صرف سقم کا باعث بنتا ہے بلکہ عملی زندگی میں ایسے کردار کا پایا جانا چراغ لے کر ڈھونڈنے کے مصداق ہے۔

حوالہ جات

۱۔ حیدر بخش حیدری،آرائشِ محفل، مجلس ترقی ادب،لاہور،۲۰۰۹،ص ۲۳

۲۔ وقار عظیم پروفیسر،ہماری داستانیں،الوقار پبلی کیشنز،لاہور،۲۰۱۰،ص ۲۴۲

۳۔ اسلم قریشی،ڈاکٹر،مقدمہ آرائشِ محفل، مجلس ترقی ادب،لاہور،۲۰۰۹،ص ۱۹

۴۔ سہیل بخاری،ڈاکٹر،اردو داستان(تحقیقی و تنقیدی مطالعہ)،مقتدرہ قومی زبان،اسلام آباد،۱۹۸۷،ص ۱۱۲

۵۔ کلیم الدین احمد،پروفیسر،اردو زبان اور فنِ داستان گوئی،ص ۲۱۷

۶۔ حیدر بخش حیدری،آرائشِ محفل، مجلس ترقی ادب،لاہور،۲۰۰۹،ص ۵۱

۷۔ حیدر بخش حیدری،آرائشِ محفل، مجلس ترقی ادب،لاہور،۲۰۰۹،ص ۵۳

۸۔ حیدر بخش حیدری،آرائشِ محفل، مجلس ترقی ادب،لاہور،۲۰۰۹،ص ۲۳۱

۹۔ حیدر بخش حیدری،آرائشِ محفل، مجلس ترقی ادب،لاہور،۲۰۰۹،ص ۱۲۳

۱۰۔ حیدر بخش حیدری،آرائشِ محفل، مجلس ترقی ادب،لاہور،۲۰۰۹،ص ۱۸۴

۱۱۔ حیدر بخش حیدری،آرائشِ محفل، مجلس ترقی ادب،لاہور،۲۰۰۹،ص ۱۲۴

۱۲۔ حیدر بخش حیدری،آرائشِ محفل، مجلس ترقی ادب،لاہور،۲۰۰۹،ص ۱۷۲

۱۳۔ حیدر بخش حیدری،آرائشِ محفل، مجلس ترقی ادب،لاہور،۲۰۰۹،ص ۱۳۸

۱۴۔ حیدر بخش حیدری،آرائشِ محفل، مجلس ترقی ادب،لاہور،۲۰۰۹،ص ۲۶۴

۱۵۔ حیدر بخش حیدری،آرائشِ محفل، مجلس ترقی ادب،لاہور،۲۰۰۹،ص۱۸۸

۱۶۔ حیدر بخش حیدری،آرائشِ محفل، مجلس ترقی ادب،لاہور،۲۰۰۹،ص۱۶۲

۱۷۔ حیدر بخش حیدری،آرائشِ محفل، مجلس ترقی ادب،لاہور،۲۰۰۹،ص۱۹۹

۱۸۔ عفت زریں،ڈاکٹر،فورٹ ولیم کالج کی نثری داستانیں،(ایک تہذیبی مطالعہ)،مکتبہ جامع لمیٹڈ،اردو بازار،دہلی، ۱۹۹۲،ص۷۸

۱۹۔ حیدر بخش حیدری،آرائشِ محفل، مجلس ترقی ادب،لاہور،۲۰۰۹،ص۱۴۰